امام طحاویؒ

(۴)

(از جناب مولوی سید قطب الدین صاحب حسینی صابری، ایم، اے (عثمانیہ)

قاضی محمد بن عبدہ کا امام طحاوی سے سلوک

لیکن خدا خدا کر کے یہ دن پورے ہوئے اور سات سال بعد جب خمارویہ ابن احمد بن طولون نے قاضی محمد بن عبدہ بن حرب کا تقرر کیا تو خدا نے امام طحاوی کے دن پھیرے۔ محمد بن عبدہ امام ابو حنیفہؒ ہی کے مکتب خیال کے اسلامی قانون کے سلسلہ میں پیرو تھے اور یوں بھی امام طحاوی جن کو گویا قاضی بکار نے خاص قضا کی سکرٹری شپ کے لئے تیار کیا تھا، ان سے بہتر آدمی محمد بن عبدہ کو کون مل سکتا تھا۔ ابن خلکان کا بیان ہے۔

فاستکتبہ ابو عبید اللہ محمد بن عبدہ القاضی[۱] طحاوی کو ابو عبید اللہ محمد بن عبدہ قاضی نے اپنا سکرٹری مقرر کیا۔

یہی نہیں کہ عسر کے بعد طحاوی کو صرف ایک ملازمت ہی کی راہ سے "یسر" حاصل ہوا، بلکہ محمد بن عبدہ چونکہ ان لوگوں میں تھے جن کی سخاوت وجود کی داستان اب تک مورخین مزے لے لیکر بیان کرتے ہیں۔ ان کے فقہ اور حدیث کے حلقوں میں جو لوگ آکر شرکت کرتے تھے سب کو قاضی کھانا کھلاتے ہی تھے لیکن اس کے سوا ہر عید میں فسطاط (عاصمہ مصر) جیسے غدار شہر کی قاضی صاحب کی طرف سے اتنی بڑی دعوت ہوتی تھی کہ

فلا یتأخر عنا احد من وجوہ البلد من فقیہ ومتفقہ وشاھد وصاحب حدیث ووجوہ الکتاب والقواد والتجار[۲]

ان کی دعوت سے کوئی پیچھے نہیں رہتا تھا یعنی شہر کے معززین میں جو فقیہ یا متفقہ (فقہ سیکھنے والے طلبہ) شاہد (گواہی جن کی معتبر ہوتی تھی یہ معزز لوگ شمار ہوتے تھے) حدیث والے اور ارباب انشاء میں جو ممتاز لوگ تھے یا فوجی افسر (یعنی) سب کی دعوت ہوتی تھی بڑے بڑے تاجر:

[۱] ص ۱۹ [۲] ص ۵۱۶

جود وسخا کا یہ حال ثروت و دولت کی یہ کیفیت کہ علاوہ خدم وحشم کے کہا جاتا ہے کہ مابین خصی و فحل، ان کے پاس سو سو غلام تھے، صرف مصر میں

بنی دارا عظیمۃ کان یدعی انہ صرف ایک بڑی زبردست حویلی تیار کی تھی قاضی کا دعویٰ تھا کہ

علیھا مائۃ الف دینار۔ اس حویلی پر ایک لاکھ اشرفیاں خرچ آئی ہیں۔

حافظ ابن حجر وغیرہ کے حوالہ سے اسی مکان کے مصارف کا ایک اور حساب کتابوں میں درج ہے، اس کے لحاظ سے تو لوگوں کا تخمینہ ہے کہ

فیکون مصرفہا ضعف ما ذکر (ملحقات)[۱] اس کے لحاظ سے مصارف کا اندازہ دونا کرنا چاہئے۔

اور یوں تو محمد بن عبدہ نے پہلے امام طحاوی کو ان کی قابلیت کی بنیاد پر نوکر رکھا تھا۔ لیکن جوں جوں دونوں میں تعلقات وسیع ہوئے اور قاضی پر امام کے جوہر کھلنے لگے۔ پھر تو وہ ان کا عاشق زار ہوگیا ہر طریقہ سے قاضی کی یہی کوشش ہوتی تھی کہ اس پریشان معاش، پراگندہ روزی عالم کی جہاں تک امداد ممکن ہو اس میں کمی نہ آنی چاہئے۔ اس لئے تنخواہ وغیرہ کی راہ سے جو کچھ دلاتے تھے وہ تو بجائے خود تھا، یوں بھی جو موقعہ ہاتھ آیا نفع پہنچانے میں کمی نہیں کرتے تھے، کہتے ہیں کہ ابن طولون کے بیٹے خمارویہ والی مصر کے گھر میں کسی کا عقد تھا۔ قاضی محمد بن عبدہ بھی اپنے سکریٹری ابوجعفر طحاوی کے ساتھ اس محفل میں شریک تھے، بلکہ عقد خوانی کا کام طحاوی ہی کے ذریعہ انجام دلایا۔ نکاح کے رسوم جب ختم ہوگئے تو اندر سے خادم سر پر سینی لئے ہوئے سامنے آیا۔ سینی میں طلائی دینار اور عطر کی شیشیاں تھیں آکر آواز دی "قاضی کی آستین بھرنے کے لئے بھیجا گیا ہے"۔ قاضی محمد بن عبدہ نے آواز دی "میری آستین نہیں؟ ابوجعفر طحاوی کی آستین بھری جائے۔ خیر یہ تو اپنا حصہ تھا جو قاضی صاحب نے ابوجعفر کو ہبہ کیا، اس کے بعد اور دس سینیاں وہی سو سو اشرفیاں اور عطر کی شیشیوں کی محکمہ قضا کے شہود کے لئے آئیں۔ قاضی صاحب کو اختیار تھا کہ اس میں سے جسے چاہیں عطا کریں، راوی کا بیان ہے کہ ہر سینی کے پیش ہونے پر کم ابی جعفر ہی کی ندا قاضی صاحب کی طرف سے آتی رہی اور امام طحاوی ہی کی آستین بھرتی رہی۔ آخر میں خود امام طحاوی کے نام کی سینی بھی آئی، وہ تو

[۱] ص ۵۱۶۔

کم ابی جعفر کی تھی ہی نتیجہ یہ ہوا کہ

فانصرف یومئذ بالف دینار ومائتی دینار شوی الطیب۔ [1] اس دن کی مجلس عقد سے طحاوی ایک ہزار دو سو دینار علاوہ عطر کی شیشیوں کے لیکر واپس ہوئے۔

غالباً قاضی محمد بن عبدہ کے یہی دینے دلانے، بخشش و عطا کے واقعات ہیں جن کو ابن خلکان، حافظ ابن حجر، سبھوں نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

واستکتب ابن عبدہ اباجعفر الطحاوی واغناہ [2] قاضی ابن عبدہ نے ابوجعفر طحاوی کو اپنا سکریٹری بنایا اور ان کو امیر کردیا۔

گویا ایک عسر کے ساتھ دو یسر ہیں۔ اس آیت کی عملی تفسیر امام طحاوی اپنی زندگی میں پا رہے تھے۔

خمارویہ بن طولون کی عقیدت امام طحاویؒ سے

اور خود قاضی ہی نہیں بلکہ خمارویہ ابن طولون کا بیٹا جو اب ارضِ فرعون کا وارث و مالک تھا وہ بھی امام طحاوی پر کم مہربان نہ تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کی مہربانی کے حاصل کرنے میں امام طحاوی کی ایک حکمتِ عملی کو بھی دخل تھا۔ قصہ یہ ہے کہ کسی مقدمہ میں خمارویہ کی طرف سے محکمۂ قضا میں چند لوگوں کی گواہیاں گذرنے والی تھیں جن میں منجملہ اور گواہوں کے امام ابوجعفر طحاوی بھی تھے۔ اور بیچارے گواہ سیدھے سادھے تھے۔ شہادت نامہ پر دستخط کرتے ہوئے سبھوں نے یہ عبارت جو مروج تھی درج کی۔

اشھدنی الامیر ابوالجیش خمارویہ بن احمد بن طولون مولی امیر المومنین علی نفسہ۔ امیر ابوالجیش خمارویہ بن احمد بن طولون امیر المومنین کے مولی نے مجھے اپنے اوپر گواہ مقرر کیا۔

لیکن جب امام طحاوی دستخط فرمانے لگے تو بجائے اس کے یہ لکھا کہ

شھدت علی قرار الامیر ابی الجیش بن احمد بن طولون مولی امیر المومنین اطال اللہ امیر ابوالجیش بن احمد بن طولون مولی امیر المومنین (خدا ان کی عمر دراز کرے اور ان کی عزت کو ہمیشہ باقی رکھے

---

[1] طبقات کندی ص ۵۱۷۔ [2] ص ۵۱۶

بقائہ وادام عزہ واعلاہ۔ انھیں سربلندی عطا کرے) کے متعلق ہیں نے یہ گواہی دی۔

دستخط کی اس عبارت پر جب خمارویہ کی نظر پڑی تو چونکا اور قاضی محمد بن عبدہ سے پوچھا من ھذا (یہ کون ہیں) قاضی نے کہا میرا سکریٹری ہے۔ خمارویہ نے پوچھا ان کی کنیت کیا ہے؟ قاضی نے کہا کہ ابوجعفر، یہ سُنکر امام طحاوی کی طرف رخ کرکے خمارویہ نے کہا۔

وانت یا ابا جعفر فاطال اللہ بقاءک آپ ہیں ابوجعفر! اللہ آپ کی عمریں دراز کرے اور آپ کی عزت

وادام عزک واعلاک (ملحقات) کو برقرار رکھے اور آپ کو سربلندی عطا کرے۔

پھر کیا تھا قاضی شہر کی وہ عنایتیں اور والی ملک کی یہ مہربانیاں۔ اس کے بعد جو کچھ بھی امام طحاوی کے غنا وفراغبالی کے متعلق کہا جائے کہا جاسکتا ہے خصوصاً جب ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ ایک مدت تک خمارویہ قاضی محمد بن عبدہ کا انتہائی عقیدتمند تھا۔ انھوں نے ایک دفعہ ایک بڑی شدید فوجی شورش کو اپنی تدبیر اور بہادری سے دبادیا تھا جس میں خمارویہ کو اپنی جان تک کا خطرہ تھا۔ فوج خلاف ہوگئی تھی لیکن کہا جاتا ہے کہ قاضی خود فوج میں پہنچ گئے۔ ایک تو ان کے علم وفن کا لوگوں پر یوں ہی اثر کیا کم تھا۔ لیکن تقریر کرتے ہوئے جوش میں قاضی کی زبان سے یہ الفاظ نکل پڑے کہ "خود میں تلوار اور کمر بندباندھ لوں گا اور امیر کی طرف سے مقابلہ کرونگا" تو فوج پر سناٹا چھاگیا اور پھر کسی میں مجالِ دم زدن نہ رہی۔ امیر قاضی کا بہت ممنون ہوا۔

اس واقعہ کے بعد محمد بن عبدہ کا رسوخ حکومت میں اتنا بڑھ گیا کہ گویا وہی مصر کے والی تھے اور اس کی وجہ سے ان کے دنیاوی مشاغل بظاہر اتنے بڑھ گئے کہ قضا کے معاملات میں مسئلہ مسائل اور قانونی دفعات کے متعلق بجائے خود غور وفکر، مطالعہ وتجسس کرنے کے لئے ان کو بالکل طحاوی کے سپرد کردیا، لوگوں کا بیان ہے کہ مجلس قضا میں جس وقت قاضی صاحب فیصلہ کے لئے بیٹھتے اور بازو میں امام طحاوی بحیثیت سکریٹری کے بیٹھتے، مقدمہ پیش ہوتا۔ قاضی صاحب تو خاموش رہتے اور ان کی طرف منسوب کرتے ہوئے امام طحاوی یوں فیصلے صادر کرتے۔

من مذهب القاضی ایده الله کذا		یعنی اس مقدمہ میں قاضی صاحب (ایدہ اللہ) کا یہ خیال

ومن مذهب القاضی کذا۔		ہے۔ قاضی صاحب کا وہ خیال ہے۔

حافظ ابن حجرؒ وغیرہ کے حوالہ سے ملحقات کندی میں منقول ہے کہ امام طحاوی کا یہ طرزِ عمل اس لئے تھا کہ وہ قاضی کا بار اپنے اوپر لے لیں اور اُن کو مسائل بتادیں۔ افسر اور عہدہ داروں کو اپنے کسی ماتحت پر جب اتنا اعتماد ہوجاتا ہے تو عموماً ایسے موقعہ پر اگر ماتحت سے کچھ "خود بینی" اور اپنی قابلیت پر کچھ ناز کے آثار کا ظہور ہو تو اس میں تعجب نہ ہونا چاہئے۔ کہتے ہیں کہ ابو جعفر نے "من مذهب القاضی ایده الله" کا فقرہ اس کثرت سے دہرانا شروع کردیا کہ قاضی محمد بن عبدہ کو ناگوار ہوا۔

باوجود اس قدر ماننے اور چاہنے کے قاضی صاحب کی علمی فضیلت ورفعت پر اس سے چوٹ پڑی۔ خدا جانے واقعہ تھا بھی یا نہیں، لیکن قاضی کو یہی محسوس ہوا۔ محسوس ہوتا تھا کہ چہرہ بدل گیا اور طحاوی کو مخاطب کرکے کہنے لگے "ارے تم کس خیال میں ہو، خدا کی قسم اگر میں کسی بانس کو بھیجوں کہ تمہارے محلہ میں گاڑ دیا جائے تو تم دیکھوگے لوگوں میں وہ "قاضی کے بانس" کے نام سے مشہور ہوجائے گا"

مطلب یہ تھا کہ تمہیں اپنے متعلق غلط فہمی میں مبتلا نہ ہونا چاہئے، تم تو خیر آدمی ہو، عالم ہو، اگر میں تمہارے محلہ میں کسی بانس کو بھی جاکر گاڑ دوں، تو ساری دنیا اس وقت سے اس کو قاضی کا بانس کہنے لگے گی، اس کی شہرت وعظمت قائم ہوجائیگی۔ آپ کی سربلندی اور عزت ووجاہت میری وجہ سے ہے۔ اس علم وفضل کا نتیجہ نہیں جس پر کچھ آپ اترانے لگے ہیں، آخر اس علم وفضل کے ساتھ اس شہر میں تم پہلے بھی تو تھے، پھر دنیا کا تمہارے ساتھ کیا سلوک تھا۔ آخر میں بوڑھے قاضی نے امام طحاوی کو سمجھاتے ہوئے نرم لہجہ میں کہا۔

فاحذر یا ابا جعفر (ملحقات ص ۵۱۶)		ذرا بچتے رہنا میاں ابو جعفر

بیچارے نوکر تھے، چپ ہوگئے۔ ورنہ سچ یہ ہے کہ قاضی محمد بن عبدہ یوں اپنے جود وکرم میں کچھ ہی ہوں مگر علمی لحاظ سے ان کو امام طحاویؒ سے کوئی نسبت نہ تھی اگرچہ وہ اپنے کو بڑے بڑے محدثین حتی کہ علی بن مدینی

جیسے ائمہ حدیث کا شاگرد بتاتے تھے، لیکن اس زمانہ میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانباز خداموں کی جو مخلص جماعت اس قسم کے لوگوں کی ٹوہ میں لگی رہتی تھی اس نے اسی زمانہ میں ان کا سارا چٹھا کھول کر رکھدیا تھا۔ رجال کی مشہور کتاب "الکامل" کے مصنف علامہ ابن عدی نے تو خود اپنا تجربہ ان کے متعلق بیان کیا ہے کہ اس شخص سے میں نے موصل اور بغداد میں حدیثیں سنی تھیں۔ اسی زمانہ میں دعوی کر دیا کہ بکر بن عیسیٰ محدث کے بھی وہ براہ راست شاگرد ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ میرے سامنے اس شخص نے یہ دعوی کیا حالانکہ میں جانتا تھا کہ بکر کی وفات اس شخص کی پیدائش سے تین سال پہلے ہو چکی تھی۔ ابن عدی ہی کا یہ بیان ہے کہ حدیث کی جو کتابیں اس شخص کی پاس تھیں میں نے ان کو بھی دیکھا تھا۔ جن کتابوں سے یہ شخص حدیثیں بیان کرتا تھا ان کی پشت چھلی ہوئی تھی۔ یعنی کتاب کی پشت سے ان لوگوں کا نام چھیل دیتے تھے جن کی وہ اصل روایت ہوتی۔ پھر بڑی دلیل سرقہ کی ان کے یہ یہ تھی کہ ایسی حدیثیں بھی روایت کرتے تھے جو صرف مشہور جلیل حفاظ کے ساتھ مخصوص تھیں یہ دلیل ہے کہ اس شخص نے ان لوگوں سے یہ حدیثیں چرائی تھیں[۱]۔ بہرحال وہی بات کہ ؎

آنکہ شیراں راکند روبہ مزاج احتیاج است احتیاج است احتیاج

مصر کا انقلاب اور امام طحاوی کے مصائب

محمد بن عبدہ قاضی کے زمانہ تک امام طحاوی کی بڑے آرام سے گذری۔ تقریباً یہ چھ سال کی مدت تھی کہ اچانک پھر ارض فرعون میں بھونچال آیا۔ خمارویہ احمد بن طولون کا بیٹا جو قاضی محمد بن عبدہ اور ان کے سکریٹری کا قدرشناس تھا، اپنے غلاموں کے ہاتھوں دمشق میں مارا گیا۔ دمشق سے لاش مصر آئی۔ قاضی محمد بن عبدہ کو بہت رنج پہنچا۔ خمارویہ کے جنازہ کی نماز قاضی ہی نے پڑھی، لوگوں نے خمارویہ کے بیٹے جیش نامی کو امیر منتخب کیا اور قاضی بھی قاضی محمد بن عبدہ ہی رہے لیکن یہ حالت کل نو مہینے دس دن تک باقی رہی، جیش کو بھی اس کے غلاموں نے قتل کیا اور اس کے بھائی ہارون بن خمارویہ کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کی، قاضی محمد بن عبدہ بھی حال دیکھنے کے لئے باہر نکلے۔ ہارون کا نائب السلطنت ایک شخص محمد بن ابا تھا۔ اس نے جیش کے زمانہ سے

---

[۱] لمحات ص ۵۱۵۔ رفع الاصر ۱۱۶۔

لوگوں کو مجرم قرار دیا، قاضی محمد بن عبدہ تو گھر کا دروازہ بند کر کے گوشہ گیر ہو گئے، باہر نکلنا پھرنا بالکلیہ ترک کر دیا۔ بڑے آدمی تھے ان کی کنارہ کشی ہی غنیمت شمار کی گئی۔[1] لیکن جن ماتحتوں پر مصیبت آئی انھیں میں ہمارے امام طحاوی بھی تھے مورخین لکھتے ہیں کہ محمد بن اَبا نے قاضی محمد بن عبدہ کے ساتھیوں کے ساتھ

ضیق علیہم واعتقل الطحاوی و — ان کی زندگی تنگ کی۔ طحاوی کو اس نے قید کر لیا اور

طالبہ بحساب الاوقاف۔[2] — اوقاف کے حساب کا ان سے مطالبہ کیا۔

افسوس کہ امام طحاوی کی زندگی کا یہ ایسا اہم واقعہ ہے لیکن عام تاریخوں میں اس کا ذکر ہی نہیں ضمنی طور پر یہ دو لفظ تلاش کے سلسلہ میں مجھے مل گئے۔ لیکن یہ سوال کہ علم کا یہ یوسف زندان مصر میں کتنے دن رہا اور اس پر کیا کیا گذری، اس کا کچھ پتہ نہیں، حتیٰ کہ یہ بھی معلوم نہیں کہ قید کی مدت کیا تھی، بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اوقاف جن کے حساب و کتاب کی صفائی کا ان سے مطالبہ کیا گیا تھا انکی صفائی پیش کر دی گئی اور ان کو جیل سے نجات ملی کیونکہ ہارون ابن خمارویہ کی پوری مدت حکومت جو تقریباً آٹھ سال کے قریب ہے اگر وہ جیل میں رہ جاتے تو یقیناً اس کا ذکر ذرا تفصیل سے مورخین کرتے، معلوم یہی ہوتا ہے کہ اعتقال کی مدت تھوڑی تھی اس لئے عام طور پر اس کو اہمیت نہ دی گئی۔

جیسا کہ میں نے کہا کہ ہارون بن خمارویہ جس کے دور حکومت میں طحاوی اور ان کے قاضی کی برطرفی عمل میں آئی، اس شخص کی حکومت آٹھ سال کے قریب رہی حکومت کے اس دور میں قاضی محمد بن عبدہ کے متوسلین کا زندہ سلامت رہ جانا ہی غنیمت تھا چہ جائیکہ ان کو حکومت سے پھر کسی قسم کی نوکری ملتی۔ اور شاید امام ابوجعفر طحاوی پر کوئی سخت زمانہ پھر واپس آجاتا۔ لیکن ایک تو محمد بن عبدہ کی کتابت بلکہ نیابت کے زمانہ میں طحاوی نے بہت کچھ کما لیا تھا۔ ممکن ہے کہ اس عرصہ میں انھوں نے کچھ جائداد بھی حاصل کر لی ہو، جیسا کہ اس زمانہ کا دستور تھا نیز ایک بڑا احسان

---

[1] رفع الاصر کے حوالہ سے طبقات الکندی میں یہ عبارت درج ہے " واستتر ابو عبید اللہ (محمد بن عبدہ) عشر سنین رضی عنہ الامیر وغیرہ بن الاث فلم یطالبوہ ولا سألوا عنہ "۔ [2] طبقات کندی ص ۵۱۷۔

امام طحاوی پر قاضی محمد بن عبدہ نے اپنے قضا ہی کے زمانہ میں یہ کر دیا تھا کہ امام طحاوی کی موروثی جائداد جس پر ان کے چچا قابض تھے۔ امام طحاوی کی خواہش کے مطابق اس کو امام اور ان کے چچا کے درمیان تقسیم کرا دیا تھا فیصلہ لکھکر قاضی صاحب نے امام طحاوی کے حوالہ کیا اور کہا

تستعین بہ علیٰ ذالك ؎۱ اس فیصلہ سے تم بٹوارے میں مدد حاصل کرو۔

خدا کی مہربانی تھی کہ اس طرح قبل ان سیاسی اختلالات کے جو آنے والے تھے ان کو ایک جائیداد ہاتھ لگ گئی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ محمد بن ابا، ہارون بن خمارویہ کے نائب کے ہاتھ سے ان کو نجات ملی، تو جو کچھ ایام ملازمت کا کمایا باقی رہ گیا اس سے اور اسی جائیداد سے ان کی اوقات بسری ہوتی رہی۔ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے اس حادثہ کے بعد اس عجوزۂ ہزار داماد یعنی حکومت سے انھوں نے پھر ملازمت کے تعلقات کبھی نہیں پیدا کئے حالانکہ اس کے مواقع ان کو ملتے رہے سب سے پہلا موقعہ تو یہی ملا کہ ہارون بن خمارویہ جب مارا گیا اور بغداد سے خلیفہ المکتفی باللہ کی طرف سے محمد بن سلیمان کاتب اس کی سرکوبی کے لئے بھیجا گیا اور وہ مصر پر قابض ہو گیا، تو اس نے پھر ہمارے امام طحاوی کے قاضی یعنی محمد بن عبدہ کا ولایتِ قضا پر تقرر کیا مگر اس وقت ان کے ساتھ امام طحاوی نظر نہیں آتے۔

خیر محمد بن سلیمان نے اسی سلسلہ میں چلتے ہوئے یہاں کا قاضی علی بن الحسین بن حرب کو مقرر کیا۔ عام طور پر لوگ ان کو قاضی حربویہ کہتے تھے ان کا بھی شمار عجائب القضاۃ میں تھا مصر کے مشہور محدث مورخ ابن یونس نے سچ لکھا ہے۔

کان شیئاً عجیباً ما رئینا قبلہ ولا بعدہٗ مثلہ عجیب شخصیت تھی ایسا آدمی نہ ہم نے اس سے پہلے دیکھا اور نہ اسکے بعد علم و فضل میں جتنے غیر معمولی تھے اس سے زیادہ عادات و اطوار میں غرائب تھے۔ مصر میں رہے، نیل کے پل پر سے گذرے لیکن صرف پانی کی آواز سنی پانی نہیں دیکھا، کھاتے، ہاتھ دھوتے وضو کرتے ان کو کسی نے نہیں دیکھا۔

؎۱ رفع الاصر وغیرہ ص ۵۱۷ - از طبقات -

حالانکہ شافعی المذہب تھے، امام شافعی کے بغدادی شاگرد ابوثور کی فقہ کے ابتدا میں پابند تھے اور اس کے مطابق فیصلہ کرتے تھے لیکن بعد کو خود اجتہاد کرنے لگے۔ یہی قاضی علی بن الحسین ہیں جن سے اور امام طحاوی سے تقلید کے متعلق "لا یتقلد الا عصبی او غبی" کا فقرہ مشہور ہوا اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام طحاوی اور قاضی علی بن الحسین میں اچھے مراسم تھے۔ لیکن باوجود اس کے امام طحاوی نے ان کے زمانہ میں کوئی نوکری نہیں کی۔ ہاں ابن خلکان نے ایک واقعہ کا ذکر طحاوی کے ترجمہ میں کیا ہے لیکن وہ ملازمت نہیں بلکہ اور چیز ہے۔ ابن خلکان نے تو مختصر لکھا ہے، میرے نزدیک تفصیل اس کی یہ ہے کہ معاشی فراغبالی کا جب قاضی محمد بن عبدہ کے زمانہ میں خدا نے طحاوی کے لئے نظم کر دیا اور حکومتی کاروبار سے یہ الگ تھلگ رہنے لگے تو بالکلیہ تصنیف و تالیف درس و تدریس میں مستغرق ہو گئے اب تک مصر پر ان کی علمی جلالت قدر جیسی کہ چاہئے تھی کھلی نہ تھی اور حکومت کے تعلقات نے اس پر پردہ ڈال رکھا تھا۔ اب جب ان کو آزادی میسر آئی تو بہت جلد ملک کے ہر طبقہ میں ان کی علمی عظمت قائم ہو گئی، ظاہر ہے کہ ایسی شخصیتوں کا محسود ہو جانا ایک قدرتی بات ہے۔ اس وقت تو یہ آزاد تھے لیکن اسی زمانہ میں جب قاضی محمد بن عبدہ کے عہد میں حکومت کی ملازمت کا داغ علم و فضل کے دامن پر لگا ہوا تھا اور ان کی ہر خوبی "سرکاری ملازم" کے لفظ کے نیچے دبی ہوئی تھی۔ ایک حاسد قاضی محمد بن عبدہ کے اجلاس میں اپنے اس کینہ جذبہ کو دبا نہ سکا۔ ذہبی نے لکھا ہے کہ طحاوی محمد بن عبدہ کے اجلاس میں بیٹھے تھے کہ رجل معتبر قاضی کے اجلاس میں آئے اور معلوم نہیں کس غرض سے یہ سوال کیا

ایش روی ابوعبیدۃ بن عبداللہ عن امہ عن ابیہ   ابوعبیدہ بن عبداللہ نے اپنی ماں سے اپنے باپ سے کیا روایت کیا ہے۔

یہ فن حدیث کا ایک علمی سوال تھا۔ طحاوی یوں ہی قضائی سوالات کے جوابات قاضی کی طرف سے دیا کرتے تھے یہ تو علمی سوال تھا برجستہ امام طحاویؒ کہنے لگے۔

حدثنا بکار بن قتیبۃ انا احمد نا سفیان   ہم سے بکار بن قتیبہ نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں کہ ہم سے

عن عبدالاعلی الثعلبی عن ابی عبیدۃ عن امہ   احمد نے بواسطہ سفیان بیان کیا۔ سفیان عبدالاعلی ثعلبی سے راوی ہیں

عن ابیہا ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ لیغار للمومن فلیغر وحدثنا بہ ابراھیم بن داود قال انا سفیان بن وکیع عن ابیہ عن سفیان موقوفا۔ وما بنی ماں سے اوران کی ماں ان کے والد سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ مومنوں کیلئے غیرت کا خواہاں ہے پس مومن کو غیرت کرنی چاہئے۔

رجل معتبر امام طحاوی کی اس حاضر جوابی پر دنگ ہوگیا اور گھبرا کر کہنے لگا۔

تدری ما تقول تدری ما تتکلم بہ جانتے ہو یہ کیا کہہ رہے ہو، سمجھ رہے ہو کیا بول رہے ہو

امام طحاوی کو اس سوال پر ذرا غصہ آگیا اور فرمانے لگے کہ ما الخبر (آخر کیا کہنا چاہتے ہو) رجل معتبر سے دبایا نہ جا سکا اور اپنے جذبہ کا اظہار ان لفظوں میں کرنے لگا "میں نے کل شام کو تمہیں فقہا کے میدان میں دیکھا اور آج تم حدیث والوں کے میدان میں ہو حالانکہ دونوں باتیں (فقہ وحدیث) ایک شخص میں کم جمع ہوتی ہیں"

مطلب یہ تھا کہ میاں تم تو فقہ کے میدان کے آدمی ہو یہ دھڑا دھڑ حدثنا اور اخبرنا جو تم نے شروع کردیا سمجھ کے بھی کہہ رہے ہو یا بے پر کی اڑا رہے ہو، عموماً فقہ وحدیث دونوں علوم کے کمالات ایک آدمی میں جمع نہیں ہوتے امام طحاوی جواب میں یہ فقرہ فرما کر خاموش ہوگئے۔

ھذا من فضل اللہ وانعامہ [1] یہ اللہ کا فضل اور اس کا انعام ہے۔

قاضی حربویہ اور امام طحاوی رح خلاصہ یہ ہے کہ ملازمت کا داغ جس زمانہ میں لوگوں کی تسلی کرتا تھا اس وقت تو یاروں کا یہ حال تھا جب سے الگ ہوکر علم ہی پر ٹوٹ پڑے اور اس کے نتائج وثمرات ظاہر ہونے لگے تو اس نے دلوں کے حاسدانہ جذبات میں اور تیزی پیدا کردی، اور تو لوگ ان کا کیا بگاڑ سکتے تھے، ایک موقعہ حریفوں کو مل گیا، قاضی العمری جو جیل کی دیوار پھاند کر بھاگ گئے تھے اور ان کا کچھ ذکر پہلے آچکا ہے انہی نے ایک نئے دستور کی بنیاد مصر میں ڈال دی تھی، یعنی شہر کے ممتاز اور برگزیدہ لوگوں کی ایک فہرست تیار کرائی تھی، غالباً ہر ہر محلے سے ایسے لوگوں کا انتخاب ہوا تھا، مقصد اس کا یہ تھا کہ مختلف مقدمات میں ضرورت اس کی ہوتی ہے کہ مدعی علیہ اور مقدمہ کے

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۲۸۔

گواہوں کے حالات کسی معتبر آدمی سے دریافت کئے جائیں، نیز اور بھی دوسری ضرورتوں میں شناخت کنندگان کی حاجت پڑتی تھی، یا کسی معاملہ کی تحقیق کے لئے جہاں خود قاضی نہ جاسکے وہاں ان معتبر آدمیوں کو بھیج دیا جاتا تھا تاکہ واقعہ کی صحیح حالت دریافت کرکے محکمہ میں رپورٹ کریں اور ان لوگوں کا نام "الشہود" رکھا گیا۔ العمری کے ترجمہ میں السیوطی نے لکھا ہے۔

هو اول من دون الشهود[1] پہلا آدمی ہے جس نے "الشہود کا رجسٹر تیار کیا۔

ابتدا میں تو شاید یہ چنداں اہمیت کی چیز نہ سمجھی گئی لیکن جب ان لوگوں کے بیانات پر ہزاروں اور لاکھوں کے مقدمات کا فیصلہ ہونے لگا اور ہر ہر بات میں الشہود سے مشورہ محکمۂ عدالت لینے لگا تو پھر بتدریج ان کی اہمیت ملک میں بڑھنے لگی، تاآنکہ ایک وقت وہ بھی آگیا کہ جس کا نام دیوان الشہود میں نہ ہوتا وہ لوگوں کی نگاہوں میں بے وقعت ہوجاتا تھا، گویا اس کے معنی یہ ہوتے تھے کہ اپنے محلہ میں بھی اس کو علمی اور دینی امتیاز حاصل نہیں ہے گویا وہ بیچارہ تھرڈ کلاس کا آدمی شمار ہوتا تھا۔

امام طحاوی کا جب علمی دور دورہ شروع ہوا تو جیسا کہ میں نے عرض کیا اب وہ حکومت کے ملازم تو تھے نہیں جو کسی سازش کے شکار ہوتے۔ پس اتنا موقع لوگوں کے لئے رہ گیا کہ کسی طرح سے "دیوان الشہود" سے ان کا نام نکلوا دیا جائے اور اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ کسی مقدمہ میں "اظہار" کا موقع جب آئے تو سارے الشہود یا ان کی اکثریت اس پر اتفاق کرلیتی کہ یہ شخص گواہی کے لائق نہیں ہے امام بیچارے کے ساتھ بھی یہی ترکیب کی گئی، ابن خلکان نے لکھا ہے کہ

كان الشهود يتعسفون عليه الشہود نے طحاوی پر زیادتی شروع کی۔

اور اس تعسف اور ہٹ دھرمی اور زیادتی کی وجہ خود قاضی ابنِ خلکان باوجودیکہ طحاوی سے کدورت بھی رکھتے تھے خود ہی یہ فرماتے ہیں کہ۔

---

[1] حسن المحاضرہ ص ۸۹ ۔

لئلا تجتمع لہ ریاسۃ العلم وقبول الشہادۃ ۔ (ص ۱۹)
یہ اس لئے کرتے تھے تاکہ علم اور شہادت کی مقبولیت دونوں شرف ان کو نہ حاصل ہوں۔

مطلب یہ تھا کہ جنھیں علم وفضل کی راہ سے اونچا ہونے کا موقعہ نہیں ملتا تھا تو تسبیح و مصلی، درازی ریش وغیرہ کی آڑ میں نہیں تو کچھ الشہود ہی کی فہرست میں نام درج کرا لیتے تھے اور اسی کو اپنے لئے بڑا کمال سمجھتے تھے امام طحاوی میں دونوں باتیں جمع ہوگئی تھیں، تقویٰ بھی اور علم بھی، یہی چیز ان لوگوں کو ناگوار گذرتی تھی چاہا کہ ایک رخ تو اس کا بگاڑ دو، حکومت اور عام پبلک میں تو بے وقعت ہو جائے گا، رہا علم تو اپنی کوٹھری میں ملا اپنے ہاتھ میں قلم لئے گھسیٹتا رہے یا معلم الصبیانی میں دماغ چٹوا تا رہے مگر ہمارے میدانوں میں تو نہ آئے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حریفوں کی یہ چال کامیاب ہوگئی اور امام طحاوی جیسے امام کا ان عامیوں نے الشہود کی فہرست سے نام نکلوا دیا، بعض مقدمات میں اکثریت نے ان کی عدالت اور تقوی کو ناقابل اطمینان قرار دیا۔ یہ حادثہ امام طحاوی کے ساتھ اس وقت پیش آیا جب قاضی الحسین بن علی بن حرب کا زمانہ تھا۔

ابن خلکان کا بیان ہے کہ اس عرصہ میں منصور فقیہ جو قاضی حربویہ کے بڑے مداحوں میں تھے ان میں اور حربویہ میں ایک قصہ پیش آیا جس میں امام طحاوی کی طرف سے قاضی حربویہ کو کوئی مددملی اوران کی ہمدردی طحاوی سے بڑھ گئی۔ آخر امام طحاوی سے قاضی حربویہ کے دل میں حنفی ہونے بلکہ شافعی مذہب ترک کر کے حنفی مسلک اختیار کر لینے کی وجہ سے لاکھ خلش اور کدورت ہو لیکن ان کے علم وفضل تقوی ودیانت کا محض ان فروعی اختلافوں کی وجہ سے جہانتک میرا خیال ہے انکار نہیں کر سکتے تھے۔

خیر میرا خیال ہے کہ الشہود کی اکثریت ہی سے وہ مجبور تھے اس لئے مصر میں جب ایک قصہ پیش آیا تو انھوں نے اس سے نفع اٹھایا قصہ یہ ہے کہ مصر کے جس زمانہ کا ہم ذکر کر رہے ہیں یہاں۔ کے حکومتی امرا میں ایک مشہور آدمی محمد بن علی المازرانی بھی تھا۔ اس امیر پر کسی معمولی عورت نے شفعہ کا دعویٰ قاضی حربویہ کے اجلاس میں دائر کر دیا۔ قاضی صاحب جیسے سخت آدمی تھے امیر ہو یا غریب دونوں ان کی نگاہوں میں برابر تھے انھوں نے

الماذرائی کے نام فوراً حاضر ہونے کا سمن جاری کر دیا لیکن امرار دوسرے قاضیوں کے بگاڑے ہوئے تھے، اس نے قاضی کے حکم کا مقابلہ کیا اور حاضر نہ ہوا مگر قاضی کی سخت مزاجی سے واقف تھا، ترکیب یہ کی کہ فوراً حج کا اعلان کر کے حجاز روانہ ہوگیا، مصر میں الشہود کا جو طبقہ رہتا تھا الماذرائی کا سفر حج ان لوگوں کے لئے غنیمت تھا، ان کی بڑی تعداد اس کے حشم اور بارگاہ کے ساتھ حجاز روانہ ہوگئی۔ الماذرائی نے تو خیال کیا کہ معمولی عورت کا قصہ ہے، اس عرصہ میں رفع دفع ہوگیا ہوگا، حج سے فارغ ہونے کے بعد مصر واپس آیا لیکن ارباب تسبیح و مصلی کو اپنے دینی وقار میں وزن پیدا کرنیکا یہ اچھا موقعہ تھا، شہود کی جماعت مزید ایک سال کے لئے مکہ معظمہ میں ہی مقیم رہی۔ اس طرح گویا مصر شہود کی بڑی تعداد سے اس زمانہ میں خالی ہوگیا تھا۔ اب قاضی صاحب نے بغیر کسی جدید تاثر کے یا جیسا کہ ابن خلکان نے لکھا ہے ایک واقعہ سے متاثر ہو کر اس موقعہ سے امام طحاوی کی صفائی کے لئے فائدہ اٹھانا چاہا۔ انھوں نے اس سلسلہ میں کیا صورت اختیار کی اس کا ذکر تو بعد کو آئیگا۔

میں چاہتا ہوں قاضی حربویہ اور منصور فقیہ کے جس قصہ کی طرف ابن خلکان نے اشارہ کیا ہے پہلے اس کی تفصیل پیش کروں پھر بتاؤں گا کہ اس واقعہ میں طحاوی پر چھپے چھپے طریقہ سے شافعیوں کے دائرہ میں جو سرگوشیاں ہوتی رہی ہیں ان کی حقیقت کیا ہے۔ آخر میں یہ بھی بتاؤں گا کہ بالفرض قاضی حربویہ کے دل میں امام طحاوی کی ہمدردی کسی جدید واقعہ کا بھی نتیجہ اگر قرار دیا جائے تو بجائے قصہ منصور فقیہ کے قاضی حربویہ اور طحاوی کے درمیان جو ایک اور واقعہ پیش آیا ہے اگر اس کو اس جدید ہمدردی کی گونہ علت ٹھیرائی جائے تو زیادہ مناسب ہے۔

قاضی حربویہ اور منصور فقیہ کی شکر رنجی کا واقعہ

بہر حال منصور فقیہ اور حربویہ کے درمیان والے قصہ کا ذکر ابن خلکان نے اپنی کتاب میں دوسری جگہ کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قاضی حربویہ کے منجملہ اور عجیب معمولات کے ایک دوامی معمول یہ بھی تھا کہ جمعہ کے سوا ہفتہ کی کل راتوں کو انھوں نے مصر کے مختلف علماء و فضلا کی صحبت اور علمی بحث و تمحیص کے لئے مختص کر رکھا تھا جس کی ایک باضابطہ فہرست بنی ہوئی تھی، ایک رات امام شافعی کے شاگرد ربیع جیزی کے لئے دوسری عفان بن سلیمان تیسری السجستانی، چوتھی منصور فقیہ، پانچویں امام ابوجعفر طحاویؒ

کے لئے۔اور یوں ہی ایک رات کسی اور عالم کے لئے۔جمعہ کی رات صرف اس سے مستثنیٰ تھی ؎

اتفاق سے منصور فقیہ والی رات میں جہاں اور مسائل کا ذکر ہو رہا تھا اس مسئلہ کا ذکر بھی آیا کہ حاملہ عورت کو اگر طلاق دی جائے تو عدت کے ایام میں طلاق دینے والے شوہر پر اس کا نان و نفقہ واجب ہے یا نہیں؟ قاضی حر تو نے اسی سلسلہ میں یہ بھی کہا کہ

زعم قوم ان لا نفقۃ لہا فی الثلاث و ان نفقتہا فی الطلاق غیر الثلاث ۔ بعضوں کا خیال ہے کہ تین طلاق کی صورت میں نفقہ کا استحقاق نہ ہوگا اور تین سے کم طلاق میں ہوگا۔

نان و نفقہ مطلقہ کی بحث

یہ دراصل امام شافعیؒ کے مشہور اختلافی نقطۂ نظر پر تعریض تھی، ان کا مسلک تھا کہ نفقہ صرف اس عورت کو ملیگا جسے رجعی طلاق دی گئی ہو، باقی تین طلاقیں جس سے عورت پھر رجعت کے قابل بجز حلالہ اور جدید نکاح کے نہیں رہتی، چونکہ اس کا تعلق شوہر سے بالکلیہ منقطع ہو جاتا ہے اس لئے اب کس بات کا نفقہ؟ لیکن اس مسئلہ میں امام شافعیؒ نے صحابہ خصوصاً حضرت عمرؓ کے فتوی کو اس لئے رد کر دیا تھا کہ وہ ایک مشہور صحیح حدیث ، فاطمہ بنت قیس کے خلاف تھا۔یہ عورت ابو عمر بن حفص کی بیوی تھی لیکن زبان بہت تیز تھی، ان کے شوہر نے تنگ آ کر ان کو طلاق بائن دیدی تھی۔ان کا قصہ آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش ہوا، تو فاطمہ بنت قیس کا بیان ہے کہ آپ نے فرمایا لیس لک نفقہ اب تیرا نفقہ تیرے شوہر پر واجب نہ رہا، عدت گذرنے کے بعد چند آدمیوں نے نسبت بھیجی جن میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔آنحضرتؐ سے فاطمہ نے اس باب میں مشورہ کیا تو آپ نے فرمایا معاویہ فقیر ہیں ان کے پاس مال کہاں ہے اور حکم دیا کہ اسامۃ بن زید سے نکاح کر لو۔خیر یہ قصہ تو طویل ہے حضرت عمرؓ کے عہد میں اس مسئلہ نے بڑی اہمیت حاصل کر لی۔ایک طرف قرآن کی آیت مطلقہ عورتوں کے متعلق اطلاقی شکل میں موجود تھی۔

لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُیُوْتِهِنَّ وَلَا یَخْرُجْنَ اِلَّا اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ (الطلاق) نہ نکالو ان کو ان کے گھروں سے اور نہ نکلیں وہ لیکن یہ کہ کوئی کھلی ہوئی فحش بات ان سے صادر ہو۔

نیز ہر قسم کی عورتوں یعنی آئسات، نابالغات، حاملات سب کی عدت کا ذکر فرمانے کے بعد قرآن کا حکم ہے کہ

اَسْکِنُوْھُنَّ مِنْ حَیْثُ سَکَنْتُمْ مِنْ وُّجْدِکُمْ جہاں تم رہتے ہو وہیں ان کو رکھو اوران کو ضرر نہ پہنچاؤ

وَلَا تُضَآرُّوْھُنَّ لِتُضَیِّقُوْا عَلَیْھِنَّ (الطلاق) تاکہ ان پر زندگی کو تنگ کرو۔

اس سے عام طور پر یہ ہی سمجھا جاتا ہے کہ مطلقہ خواہ بطلاق رجعی ہو یا مغلظہ و بائن سب ہی کے لئے یہ قانون عام ہے اور اس پر عمل درآمد بھی تھا کہ اتنے میں فاطمہ بنت قیس نے اپنا قصہ بیان کرکے اور آنحضرت کی طرف لیس لک نفقہ کے فتوے کو منسوب کرکے ایک ہنگامہ برپا کردیا، فاطمہ کو اس فتوی اور اپنی یاد اور سمجھ پر اصرار تھا لیکن صحابہ قرآن سے مجبور تھے، بخاری میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فاطمہ کو بلا کر فرمایا الا تتقی اللہ۔ بالاخر حضرت عمرؓ نے اعلان فرمادیا کہ

لا نترک کتاب ربنا ولا سنۃ نبینا لقول امراۃ لا ندری احفظت ام نسیت لھا السکنی والنفقہ۔

ہم اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت ایک عورت کی بات کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتے۔ نہیں معلوم اس کو یاد رہا یا بھول گئی، پس مطلقہ کے لئے سکنی اور نفقہ دونوں دلایا جائے گا۔

اور اس پر صحابہ کا تقریباً اجماع قائم ہوگیا لیکن فاطمہ کی روایت کی بنیاد پر کبھی کبھی یہ قصہ پھر اٹھ کھڑا ہوتا تھا جب امام شافعیؒ محدثین اور حدیث کی قیادت کا جھنڈا لیکر اٹھے تو اس فتنہ نے پھر سر اٹھایا۔ امام شافعی کو اصرار تھا کہ حدیث صحیح سے جب ثابت ہے کہ مطلقہ ثلاثہ کے لئے نفقہ نہیں ہے تو اس کو ہم کیسے چھوڑ سکتے ہیں، قرآن کی آیتوں کے اطلاق کے دائرہ کو اسی فاطمہ کی روایت سے وہ محض رجعی طلاق والی عورتوں تک محدود کرتے تھے اور بعض قرآنی آیات سے اپنی تائید بھی پیش کرتے تھے جس کا اپنے محل میں ذکر موجود ہے۔

اس مسئلہ نے درمیان میں کیسی کیسی صورتیں اختیار کی ہیں اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ حدیث کے مشہور امام شعبی کوفہ کی مسجد میں اسی فاطمہ کی روایت کو بیان کررہے تھے عبداللہ بن مسعود کے خلیفہ اور شاگرد اسود بھی موجود تھے، شعبی کے رجحان کو فاطمہ کی روایت کی طرف پاکر بیان کیا جاتا ہے کہ اسود بے اختیار ہوگئے اور انھوں نے مٹھی بھر کر کنکریاں لیں اور شعبی کو پھینک ماریں۔

بعضوں کا یہ بھی خیال تھا کہ قرآن کی آیت اِلَّا اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ" سے عملی بدکاری ہی مقصود نہیں ہے بلکہ اگر کسی کی زبان میں فحش گوئی کی عادت ہو تو وہ بھی اس میں داخل ہو سکتی ہے اور فاطمہ بنت قیس چونکہ زبان کی سخت تھیں اور یہ قاعدہ ہے کہ ایسی عورتیں بے ہوشی میں سب کچھ کہنے لگتی ہیں اس لئے آنحضرتؐ نے خصوصی طور پر زجراً ان کو لا نفقۃ لک کا حکم دیا تھا۔ سعید بن المسیب مشہور تابعی نے ایک موقعہ پر یہی فرمایا۔

تلك امرأۃ فتنت الناس كانت لسنۃ اس عورت نے لوگوں کو فتنہ میں ڈالا زبان کی سخت تھیں

خود حضرت عائشہؓ کا بھی یہی خیال تھا انھوں نے فاطمہ کو ایک دن خطاب کر کے فرمایا "تم کو تمہاری زبان نے (شوہر کے گھر سے نکالا اپنے دیوروں کے ساتھ زبان درازی کرتی تھیں اور اس کی وجہ سے بڑی گڑبڑ ان لوگوں میں پیدا ہو گئی تھی" ظاہر ہے کہ اس بنیاد پر قرآن کی آیت اور روایت میں تطبیق پیدا ہو جاتی ہے یعنی فاحشہ کی صورت میں طلاق دینے والے شوہر کو حق ہے کہ نفقہ سے اس کو محروم کر دے۔

خلاصہ یہ ہے کہ باوجود ان تمام باتوں کے (معتبر سند) سے حدیث بیان کی جاتی ہے۔ اس پر حضرت امام شافعیؒ کو اتنا اصرار ہوا کہ انھوں نے فاطمہ ہی کے بیان پر بھروسہ کر کے یہی مذہب اختیار کیا، قاضی حربویہ جیسا کہ گذر چکا تلمذاً بھی شافعی المکتب تھے، نیز مدت سے وہ مسلکاً وافتاءً بھی شافعی اسکول کی شاخ ابوثور کی پیروی کرتے تھے لیکن مصر پہنچ کر ان کے خیالات میں تبدیلی ہو گئی تھی، غالباً یہ قاضی بکار کے پیدا کئے ہوئے ماحول اور ان کے بنائے ہوئے عالم امام طحاوی کی صحبتوں کا نتیجہ تھا۔ قاضی حربویہ نے جب اس مذکورہ بالا فقرہ کا اضافہ کیا تو گو امام شافعیؒ کا یہ مسلک نہ تھا کیونکہ تین طلاق والی حاملہ عورت کے باب میں وہ بھی اسی کے قائل ہیں کہ اس کو نفقہ دلایا جائے اور اس لئے یہ امام شافعی پر طعن بھی نہ تھا۔ لیکن منصور فقیہ جو ایک نابینا سخت کٹر شافعی عالم تھے انھوں نے خدا جانے کیا سمجھا اور حربویہ کے جواب میں کہا

ھذا لیس من اھل القبلۃ جو اس بات کا قائل ہے وہ اہلِ قبلہ میں نہیں ہے۔

یعنی جو تین طلاق والی حاملہ کو نفقہ نہیں دلاتا وہ تو اہل قبلہ سے نہیں ہے یعنی وہ مسلمان نہیں ہے۔ منصور اور حربویہ

میں یہ گفتگو اس نقطہ پر ختم ہوگئی منصور گھر چلے گئے، دوسرے دن امام طحاوی سے کہیں ملاقات ہوئی اور قاضی حربویہ اور اپنی گفتگو کا ان سے تذکرہ کیا، امام ابوجعفر اپنی باری والی رات میں قاضی کے پاس آئے تو انھوں نے دریافت کیا کہ آپ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ علما میں بعض لوگ اس کے بھی قائل ہیں کہ تین طلاق والی عورت اگر حاملہ بھی ہو جب بھی اس کو نفقہ نہ ملیگا۔

چونکہ یہ واقعہ میں کسی کا مذہب نہ تھا قاضی صاحب نے کہا کہ یہ بات کس نے میری طرف منسوب کی ہے امام طحاوی نے منصور فقیہ کا جن سے سنا تھا نام لے دیا، اب خدا ہی جانتا ہے کہ منصور کو غلط فہمی ہوئی تھی یا کیا ہوا تھا قاضی حربویہ نے شدت سے اس کا انکار کیا جو کسی کا مذہب ہی نہیں ہے میں خواہ مخواہ کیوں کہوں گا کہ کسی کا مذہب ہے اور فرمایا کہ میں منصور سے اس کے منہ پر پوچھکر اس کو جھٹلاؤں گا۔

دوسرے دن قاضی حربویہ نے شہر کے اہل علم کو جمع کیا، جب سارا مجمع اکٹھا ہوگیا تب انتظار ہونے لگا کہ آخر قاضی نے لوگوں کو کیوں جمع کیا ہے، قبل اس کے کہ کوئی کچھ پوچھے قاضی حربویہ نے خود پیشقدمی کی اور بغیر کسی تمہید وغیرہ کے غصہ میں منصور فقیہ کے نام اور ان کی نابینائی کی طرف تعریض کرتے ہوئے بولنے لگے۔

قوم عمیت قلوبھم کما عمیت ابصارھم　　بعض لوگ جن کے دل اندھے ہیں جس طرح ان کی بینائی غائب ہے

یحکون عنا مالم نقلہ۔　　مجھ سے ایسی باتیں نقل کرتے ہیں جو میں نے نہیں کہی ہیں۔

منصور کو پہلے سے اس واقعہ کی خبر نہ تھی کہ طحاوی اور قاضی میں میرے متعلق یہ باتیں ہوئی ہیں اپنے نام اور اپنی صفت کی طرف اشارہ پاتے ہوئے سمجھ گئے کہ وہی رات والی بات ہے وہ بھی غصہ میں بھر گئے اور صرف اتنا کہکر

قد علم اللہ الکاذب　　جھوٹے کو خدا جانتا ہے۔

ونھض یعنی فوراً مجلس سے اٹھ گئے، مجمع پر سناٹا طاری تھا ہر شخص اپنی جگہ بیٹھا خاموش تھا۔ قاضی حربویہ کے جبروت وجلال کا لوگوں پر اتنا اثر تھا کہ بیچارے نابینا آدمی کو دروازہ تک پہنچانے کے لئے بھی کوئی نہ اٹھا۔ البتہ ابوبکر بن الحداد جو مصر میں اپنے وقت کے بڑے زبردست شافعی عالم گذرے ہیں اور کچھ دن کے لئے مصر کے قاضی

بھی رہے ہیں ان سے نہ رہا گیا۔ انھوں نے منصور کا ہاتھ پکڑ لیا اوران کے ساتھ باہر نکلے تا آنکہ ان کو سوار کرا دیا [1]

عجیب بات ہے کہ ان ہی ابوبکر بن الحداد کا بیان ہے کہ جس زمانہ میں قاضی حربویہ شروع شروع مصر میں آئے تھے اور میں اس وقت جوان تھا، بشر بن نصر الفقیہ کے حلقہ میں بیٹھا تھا کہ یہی نابینا شافعی عالم منصور فقیہ بھی قاضی حربویہ سے مل کر اس مجمع میں پہنچے، میں نے ان سے پوچھا کہ کہئے نئے قاضی صاحب کو آپ نے کیسا پایا؟ اس وقت ان ہی نے قاضی حربویہ کے متعلق کہا تھا۔

یا ابابکر رایت رجلا عالما بالقرآن والحدیث | ابوبکر میں نے اس شخص کو پایا کہ قرآن وحدیث فقہ اور اختلافی مسائل
والفقہ والاختلاف ووجوہ المناظرۃ عالما | نظر وفکر کے مختلف پہلوؤں کا عالم ہے نیز لغت اور عربیت کا علم
باللغۃ والعربیۃ عاقلا ورعا متمکنا۔ | بھی رکھتا ہے، دانش مند متقی پرہیزگار صاحب وقار آدمی ہے۔

مدح کے ان غیر معمولی الفاظ کو سنکر ابن حداد نے کہا پھر تو یہ قاضی یحییٰ بن اکثم ہیں۔ یحییٰ بن اکثم کی ہستی اسلامی تاریخ قضاۃ میں خاص اہمیت رکھتی ہے اسی کی طرف اشارہ تھا منصور فقیہ نے جواب میں کہا۔

قلت الذی عندی فیہ | بھائی میرے خیال میں وہ جیسے ہیں اس کا میں نے اظہار کیا۔

مگر ایک معمولی بات کے سلسلہ میں دونوں (یعنی حربویہ اور منصور فقیہ) میں ایسی کشیدگی پیدا ہوئی کہ پھر بجائے گھٹنے کے قصہ بڑھتا ہی چلا گیا۔ یہانتک کہ اشخاص سے بڑھکر اس کشمکش نے جماعتوں کو تیار کرنا شروع کیا۔ منصور فقیہ کا مصری فوج اور فوجی افسروں پر خاصا اثر تھا، ابن خلکان کا بیان ہے کہ منصور فقیہ کی طرفداری میں امیر ذکا اور فوج کا ایک طبقہ اور ان کے سوا بھی ایک گروہ منصور کا طرفدار بن گیا۔

اسی طرح شہر کے ارباب وجوہ ومناصب میں جو لوگ حربویہ کے عقیدتمندوں میں تھے انھوں نے قاضی کا پارٹ لینا شروع کیا اور چند دنوں تک اس فتنہ نے بعض مواقع پر نہایت نازک صورت اختیار کر لی۔ الغرض یہ سارا جھگڑا جیسا کہ ابن خلکان کا بیان ہے سب امام طحاوی کی وجہ سے کھڑا ہوا۔ اگر منصور فقیہ کی بات کا ذکر حربویہ سے نہ کرتے تو دو دوستوں کی کشیدگی اس حد کو نہ پہنچتی۔ لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس میں امام طحاویؒ کا

[1] ابن خلکان ج ۲ ص ۱۳۶

کیا قصور ہے؟ کوئی دنیا کی بات ہوتی تو کہا جاتا کہ امام نے گویا نمامی (لگانے بجھانے) کا کام کیا۔ ایک علمی مسئلہ تھا منصور نے اس کو قاضی حربویہ کی طرف منسوب کیا کہ وہ ایسا کہتے تھے، امام طحاوی نے قاضی حربویہ سے براہ راست اس عجیب مذہب یعنی حاملہ مطلقہ ثلاثہ کو بھی نفقہ نہیں ملیگا" کی تصدیق ہی چاہی ہوگی۔ اب یہ قاضی حربویہ جانیں کہ انھوں نے کہنے کے بعد انکار کردیا یا منصور فقیہ اس کے ذمہ دار ہیں کہ انھوں نے قاضی کی طرف اس کو غلط منسوب کردیا۔ خدا ہی جانتا ہے کہ اصل واقعہ کیا تھا مگر بہرحال طحاوی کو اس فتنہ کا ذمہ دار ٹھیرانا خود فتنہ پردازی ہے ابن خلکان کا بیان ہے کہ

عدلہ ابو عبید علی بن الحسین بن حرب القاضی عقیب القضیۃ التی جرت للمنصور الفقیہ معہ ابی عبید[1]

طحاوی کی تعدیل قاضی ابوعبید علی بن الحسین بن حرب نے اس قصہ کے بعد کی جو ان کے اور منصور کے درمیان ہوا تھا۔

گویا ادھر ایما ہے کہ امام طحاوی نے اس بزم کشی کے ذریعہ سے اپنا رسوخ قاضی حربویہ کے دل میں پیدا کیا اور باوجود حنفی المسلک ہونے کے اس شافعی التمذ والمکتب قاضی کے دوست بن گئے اور بیچارے منصور فقیہ شافعی کو ان کی نگاہوں سے گرادیا۔

بالفرض اگر قاضی حربویہ ابو عبید نے الطحاوی کی تعدیل اسی واقعہ کے بعد یا اس واقعہ سے متاثر ہوکر کی جب بھی الطحاوی پر یہ الزام قطعاً بے بنیاد ہے کہ ان کا ارادہ منصور کو قاضی کی نگاہ سے گرانا تھا، امام طحاوی کو یہ کیا معلوم تھا کہ منصور فقیہ جو بات ان کی طرف منسوب کررہے ہیں اس کے انتساب کا قاضی حربویہ انکار کرینگے اگر وہ انکار نہ کرتے اور کہدیتے ہاں میں نے کہا تھا تو پھر فتنہ کا ہے کو کھڑا ہوتا۔ اس لئے میرے خیال میں اس واقعہ کی ذمہ داری ان ہی دونوں شافعیوں (منصور اور قاضی حربویہ) پر ہے طحاوی کا دامن بالکل پاک ہے۔

ماسوا اس کے قاضی حربویہ اور امام طحاوی کے تعلقات میں خوشگواری میرے خیال میں بہ نسبت اس واقعہ کے ایک اور واقعہ سے اگر پیدا ہوئی ہو تو یہ زیادہ قرین قیاس ہے۔

ایک اور واقعہ چونکہ امام طحاوی پر اس واقعہ کے ذریعہ سے شوافع نے گویا ایک طرح کا الزام لگانا چاہا ہے اور

---

[1] ج ۱ ص ۱۹۔

اپنے ایک عالم کے خون کو ان ہی کی گردن پر ڈالنا چاہتے ہیں۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ یہاں اس دوسرے واقعہ کا بھی ذکر کر دوں جو میرے نزدیک قاضی حربویہ کی ہمدردی کا امام طحاوی کے ساتھ زیادہ تر مناسب ہو سکتا ہے۔

حافظ ابن حجر اور دوسرے محدث مورخین کی کتابوں میں یہ واقعہ پایا جاتا ہے میں ملحقات الکندی سے اسے نقل کرتا ہوں کہ ماذرائی محمد بن علی جس پر قاضی حربویہ کے اجلاس میں ایک عورت نے شفعہ کا مقدمہ دائر کیا تھا، حج سے جب واپس ہوئے تو پھر قاضی حربویہ نے اس پر یورش کی اور کوئی صاحب اسحاق بن ابراہیم رازی تھے ان کو قاضی جی نے ماذرائی کے پاس یہ کہلا کر بھیجا کہ فصل القضیۃ او الحضور یعنی یا عورت کا حق ادا کرو ورنہ اجلاس میں آکر جواب دہی کرو۔ اب یہاں سے قصہ شروع ہوتا ہے۔ امام طحاوی اور ماذرائی میں رواسم تھے اس نے ان سے مشورہ لیا۔ آپ نے فرمایا کہ جواب میں قاضی کو کہلا بھیجو کہ میرے دو وکیل قاضی کے اجلاس پر حاضری دینے کے لئے تیار ہیں (یعنی اظہار بالوکالت بھی ہو سکتا ہے) یہی جواب دیا گیا۔ قاضی صاحب کو ضد تھی کہ ماذورائی کو خود اجلاس میں لانا چاہئے۔ انھوں نے کہلا بھیجا کہ الوکیل لا یحلف (وکیل قسم نہیں کھا سکتا) یعنی مجھے تم سے قسم کھلوانی ہے اور شریعت کا مسئلہ ہے کہ وکیل سے قسم نہیں لی جاتی، یہ عالمانہ پیترا تھا جو قاضی حربویہ نے کیا مگر یہاں بھی امام طحاوی جیسا مرد میدان موجود تھا انھوں نے ماذورائی سے کہا کہ کہلا بھیجو کہ آپ میرے پاس دو گواہوں کو بھیجدیجئے میں ان کے پاس قسم کھالوں گا، قانونی جواب اس کا ممکن نہ تھا یہ زبردستی کا جواب کہلا بھیجا۔

لا سبیل الی ارسال الشاھدین گواہوں کے بھیجنے کا سامان اس وقت نہیں ہو سکتا۔

ماذورائی نے امام طحاوی کے اشارہ سے اس کے جواب میں کہلا بھیجا کہ

ارسلت الی غیری بشاھدین میرے سوا آپ نے دوسرے کے پاس دو گواہ بھیجے ہیں۔

قصہ یہ تھا کہ اس سے پہلے زیادۃ اللہ بن اغلب مشہور افریقی انقلابی کے لئے قاضی حربویہ گواہ بھیج چکے تھے جواب کیا دیتے، کہلا بھیجا کہ اس وقت کچھ سیاسی مجبوریاں اور مصالح تھے اس کی تفصیل بھی بیان کی جو طویل داستان ہے آخر میں قاضی نے یہ بھی اضافہ کیا کہ تم ہی اگر زیادۃ اللہ بن اغلب کا رنگ اختیار کرتے ہو اور

تم سے بھی ملک کو، حکومت کو وہی اندیشے پیدا ہو جائیں جو اس سے تھے تو اس وقت تمہارے پاس بھی دو گواہوں کو بھیجونگا۔ چونکہ قاضی صاحب کو مسلسل خبریں پہنچائی جارہی تھیں کہ ماذورائی بیچارہ شریعت کے مسائل کیا جانے درپردہ ابوجعفر طحاوی یہ سارے جوابات سکھا رہے ہیں اس لئے جس وقت قاضی صاحب کا قاصد ماذورائی کے پاس جارہا تھا بے ساختہ ان کی زبان سے یہ فقرہ نکل گیا۔

تَعِسَ من لقّنک — تباہ و برباد ہو وہ جو تجھکو سکھا پڑھا رہا ہے۔

امام طحاوی تک قاضی حربویہ کا یہ فقرہ پہنچا دیا گیا۔ کہتے ہیں کہ ان کے علم و فضل دین و تقوی کا وہ اتنا احترام کرتے تھے کہ اس دفعہ قاضی کے جواب الجواب کے لئے ماذورائی نے امام طحاوی کے پاس آدمی بھیجا تو انھوں نے صاف انکار کر دیا۔ ماذورائی کی جو حالت اس وقت مصر میں تھی اس کا صحیح اندازہ ہم نہیں کر سکتے، ان ہی کتابوں میں لکھا ہے کہ جس زمانہ کا یہ ذکر ہے اس وقت مصر میں اصل حکومت ماذورائی ہی کی تھی[1]۔ لیکن ایک عالم کے مقابلہ میں ایک امیر کی امام نے قطعًا پروانہ کی اور پھر اس کا جواب انھوں نے نہیں بتلایا بالآخر ماذورائی کو عورت[2] کے سامنے جھکنا پڑا، امام طحاوی کے اس طرز عمل کی یہی خبر قاضی حربویہ کو دی گئی۔ میرے خیال میں اگر قاضی حربویہ کے دل میں امام طحاوی کے لئے نئی ہمدردی کا کوئی جدید سبب تلاش کرنا ضروری ہی ہے تو بجائے منصور فقیہ والے واقعہ کے جس میں قاضی حربویہ کے ساتھ طحاوی کی طرف سے کوئی ایسی بات نہیں ظاہر ہوئی تھی جس سے قاضی کو ان سے ہمدردی پیدا ہوتی۔۔ اگر اس واقعہ کو یعنی ماذورائی کے قصہ کو ان کی ہمدردی کا سبب ٹھیرایا جائے تو یہ زیادہ قرین قیاس ہے۔

---

[1] ابن زولاق کے لفظ ہیں کہ کان محمد بن علی ھو امیر البلد فی الحقیقۃ ص ۵۲۷۔

[2] کہتے ہیں کہ جب ماذورائی سے جواب نہ چلا تو حربویہ کو غصے میں اس نے پیغام بھیجا کہ ما احضر فلیصنع ماشاء میں ان کے اجلاس میں نہیں حاضر ہونگا۔ ان کا جو جی چاہے کریں۔ قاضی صاحب نے عورت کو حکم دیا کہ جس وقت بازار میں جارہا ہو اس کی سواری کی لگام تھام کر کھڑی ہو جائے۔ اس نے یہی کیا، ماذورائی کی یہ رسوائی تھی، بیچ میں کچھ لوگوں نے پڑ کر معاملہ کو سمجھا دیا۔ عورت کو روپئے دلوا دیئے۔

بہرحال کچھ بھی ہو، قاضی حربویہ نے شہود کی غیبوبت سے نفع اٹھانا چاہا اور ان متعسفین گواہوں نے طحاوی کو غیر عادل قرار دیکر ان کا نام جو دیوان شہود سے کٹوا دیا تھا ارادہ کیا کہ اس رسوائی کا ازالہ کیا جائے۔ جیسا کہ ابن خلکان کے حوالہ سے میں نے نقل کیا ہے کہ اس سال الشہود کی بڑی جماعت مکہ معظمہ میں مجاور تھی۔ ابن خلکان نے اس کے بعد لکھا ہے کہ

فاغتنم ابو عبید غیبتہم   ابو عبید نے ان کی غیبوبت کو غنیمت خیال کیا۔

اور مصر کے دو مشہور نامی آدمی ابوالقاسم المامون اور ابوبکر بن سقلاب جو وہاں موجود تھے ان دونوں کو بلا کر ان کی شہادت سے امام ابوجعفر طحاوی کی تعدیل کرا دی[۱] اور یوں رسوائی کا جو داغ امام کے دامنِ عزت پر حاسدوں نے لگایا تھا قاضی حربویہ کی مدد سے دھل گیا۔ غالباً اس کے بعد قدرتی طور پر امام طحاوی اور قاضی حربویہ کے تعلقات میں زیادہ گہرائی پیدا ہوتی چلی گئی اور آخر میں اس کی انتہا یہ تھی کہ جب قاضی حربویہ عہدۂ قضا سے ہٹنے کے بعد درس وتدریس میں مشغول ہوئے اور مصر میں املا کا حلقہ قائم کیا تو امام ابوجعفر طحاوی جن کی عمر اسوقت ۷۵ سے زیادہ تھی، ان کے حلقہ میں بحیثیت شاگرد اور مستفید کے بیٹھنے لگے۔ ابن یونس محدث کے حوالہ سے ملحقات کندی میں منقول ہے کہ "قاضی حربویہ جب قضاء کے عہدے سے ہٹے تو لوگوں کو املا کرانا شروع کیا اور ان کی حدیثیں لکھیں۔ ان سے ابوبشر دولابی، ابوجعفر طحاوی ابوحفص بن شاہین جیسے لوگ راوی ہیں"[۲]

اگرچہ اس زمانہ میں خصوصاً حدیث کی روایت میں عمر کی زیادتی کا چنداں خیال نہیں کیا جاتا تھا محدثین تو ایک باب ہی "روایۃ الاکابر عن الاصاغر" کا باندھتے ہیں اور یہاں تو گو امام طحاوی بہت معمر ہو چکے تھے لیکن حربویہ سے تو عمر میں پھر بھی تقریباً ۱۴ سال چھوٹے تھے۔ نیز حربویہ کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ بعض سلسلہ ان کی روایتوں کی سند کا بہت عالی تھا یعنی آنحضرت اور ان میں وسائط نسبتاً کم تھے۔ ظاہر ہے کہ محدثین کے یہاں سندِ عالی تو کیمیا کا حکم رکھتی ہے۔

(باقی آئندہ)

---

[۱] ص ۱۹۔ [۲] ص ۵۲۴۔